ناول تیرے نام سے۔

پہلی قسط

تحریر کرسٹین ہیلے

بھری دوپہر میں تیز قدموں سے چلتے اسے کافی دیر ہوگئی تھی۔

آج تو بہت حبس تھا۔

شدید گرمی کی وجہ سے سڑک پر لوگ کم تھے۔ اس نے اپنے محلے والی مین گلی میں قدم رکھا تو گلی بالکل سنسان تھی۔

"منی بدنام ہوئی ڈارلنگ میرے لیے۔۔۔۔"

تیز چلتے ہوئے اچانک بے سری آواز پر اس نے بے ساختہ ڈرتے ہوئے پلٹ کر دیکھا تو خوف سے ایک لمحہ کے لیے ساکت ہی رہ گئی۔

اس کے بالکل پیچھے وہی دونوں آوارہ لڑکے تھے جو روزانہ کالج سے واپسی پر اس کا پیچھا کرتے تھے۔

روزانہ وہ اپنی ہمسائی فرخندہ کیساتھ کالج آتی جاتی تھی تو ان لڑکوں سے اتنا زیادہ ڈر نہیں لگتا تھا۔ فرخندہ تین دن سے کسی شادی میں شرکت کے لیے دوسرے شہر گئی ہوئی تھی تو اسے اکیلے کالج جانا پڑ رہا تھا اور تین ہی دن سے ان لڑکوں کی ہمت بہت بڑھ گئی تھی اب وہ اس کا پیچھا کرتے ہوئے اس پر بیہودہ فقرے کستے تھے۔ دھنک نے بے بسی سے اردگرد دیکھا تو سارا راستہ بالکل سنسان تھا۔ کسی راہ چلتے کی مدد کی بھی اب کوئی امید نہیں رہی تھی۔

"کیوں رانی گاڑی میں چلے گی؟"

آواز اب کے بالکل قریب سے آئی تو اس نے تیز رفتاری سے چلتے ہوئے ڈر کر اس لڑکے کی جانب دیکھا۔

جینز پر کھلے گریبان والی سرخ ریشمی قمیض پہنے، پان چباتے ہوئے، اپنے پیلے گندے دانتوں کی نمائش کرتا وہ غنڈہ دھنک کو یوں گھور رہا تھا گویا آنکھوں سے ہی نگل لے گا۔

جھرجھری لے کر بےساختہ دھنک نے رفتار تیز کی تھی۔

وہ اب تقریبا" دوڑ رہی تھی۔ گھر والی گلی بھی اب قریب ہی تھی۔

"اففف۔۔۔۔" بد حواسی میں تیزی سے چلتے ہوئے' یکدم ٹھوکر لگنے پر دھنک کے منہ سے بے اختیار نکلا مگر آوارہ لڑکوں کے خوف نے رفتار کم نہیں ہونے دی۔

گلی میں داخل ہو کر اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔ وہ اب اس کے پیچھے نہیں آ رہے تھے بلکہ گلی کے نکڑ پر کھڑے ہوکر آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اس نے بے اختیار سکون کا سانس لیا اور گھر میں داخل ہوگئی۔

شدید گرمی میں کالج سے گھر تک کا پیدل سفر روزانہ ہی طبیعت کو بوجھل کر دیتا تھا۔ اب یہ آوارہ لڑکوں کا روزانہ پیچھا کرنا اس کو شدید پریشان کررہا تھا۔

ان لڑکوں کے خوف کے علاوہ اسے ایک اور خوف بھی تھا کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو اسے ہی برا سمجھے گا کیونکہ ہمارے معاشرے میں لڑکی کی غلطی نہ بھی ہو تو بھی سب اسے ہی غلط کہتے ہیں۔

آج بھی اسی خوف کے زیر\_اثر جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو صحن کو خالی پایا۔ چند لمحے ٹہر کر اپنی بےترتیب سانس کو ہموار کرنے کی ناکام کوشش پر وہ تیزی سے چلتے ہوئے ٹی وی لاونج میں داخل ہوئی۔

لاونج ملگجے اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں بھی تیز دھوپ سے ایکدم نیم تاریکی میں آنے پر ماحول کو کچھ واضح نہیں دیکھ پائیں۔

پنکھا چل رہا تھا، شدید گرمی میں پیدل چلنے کے بعد صرف پنکھے کی ہوا سے ہی اسے بے پناہ فرحت کا احساس ہوا۔

اس نے پرسکون ہوتے ہوئے کالج بیگ اور چادر کو میز پر دھرا۔

جوتے اتار کر کونے میں رکھے واٹر کولر سے گلاس میں پانی بھرا اور صوفے پر آ بیٹھی۔

گھونٹ گھونٹ پانی پیتے ہوئے اسے زور سے اچھو لگا تھا کیونکہ زرداب بالکل اس کے سامنے والے صوفے پر براجمان تھا' جسے وہ نیم تاریکی کے باعث پہلے نہیں دیکھ پائی تھی۔

اس کی کشادہ پیشانی پر پڑے بلوں اور سرد نگاہوں سے دھنک کو عجیب سا احساس ہوا،

"یہ مجھے غصے سے کیوں گھور رہا ہے؟"

دل ہی دل میں خود کلامی کرتے ہوئے اس نے خود پر طائرانہ نگاہ ڈالی تو اپنی بیوقوفی کا احساس ہوا۔

لپک کر میز سے چادر اٹھا کر اوڑھی اور بیگ اٹھا کر، ننگے پاوں ہی اس نے لاونج سے کھسکنے میں ہی عافیت سمجھی۔ زرداب نے دھنک کو یوں سٹپٹا کر بھاگتے دیکھ کر غصے سے سر جھٹکا اور زیر\_لب بڑبڑایا:

"اس لڑکی کو کبھی عقل نہیں آسکتی۔"

جبکہ ذہن دھنک کی پشت پر پھیلے بالوں کی آبشار میں اٹکا ہوا تھا۔

جو آج اتفاقا" پہلی بار اس نے دیکھ لیے تھے جب دھنک کولر سے پانی لے رہی تھی۔

"یہ میں کیا سوچ رہا ہوں؟"

اس نے خود کو سرزنش کرتے ہوئے پھر سے سر جھٹکا اور پھر پرسکون ہوکر صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر دوبارہ سے اپنے مسائل کی بابت سوچنے لگا۔

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

دھنک اور زرادب کی کہانی بھی کچھ عجیب ہی تھی۔ دونوں قریبی عزیز تھے اور دونوں ہی کے والدین ان کے بچپن میں ایک حادثہ کی نظر ہوگئے تھے۔ حادثہ اسوقت پیش آیا تھا جب کسی شادی سے واپسی پر بارات کی ویگن ڈرائیور کی غفلت کے سبب ٹرک سے ٹکرا گئی تھی۔ اس حادثے میں جہاں کئی لوگ معذور ہوئے وہیں دھنک اور زرداب بھی والدین کے سائے سے محروم ہو کر زمانے کی سرد و گرم سہنے کے لیے تنہا رہ گئے تھے۔

اس ہولناک سانحے کے بعد دونوں بچوں کی کم عمری کو دیکھتے ہوئے منور صاحب اور ان کی بیگم ثریا فاطمہ نے انہیں گود لے لیا۔ دھنک اور زرداب دونوں کے والدین منور صاحب سے ددھیالی رشتہ دار تھے۔

منور صاحب کی شادی کو دس سال ہونے کو تھے مگر وہ اولاد کی نعمت سے تاحال محروم تھے۔ بچوں کے لیے ترستی ہوئی ثریا فاطمہ نے انہیں اپنی آغوش میں سمیٹ لیا،

اتنا پیار دیا کہ دونوں بچے اپنے والدین کو جلد ہی بھولنے لگے، دونوں کی عمر ہی کیا تھی صرف دو سال۔

زندگی آسودگی سے گزرنے لگی کہ اس پرسکون زندگی میں پھر سے بھونچال اس وقت آیا جب ثریا فاطمہ پانی والی موٹر چلاتے ہوئے کرنٹ لگنے سے جاں بحق ہوگئیں۔ اس صدمہ نے بچوں سے زیادہ منور صاحب کو متاثر کیا۔ کسی سے کلام کیے بنا دو دو دن گزار دیتے۔ کوئی زبردستی کچھ کھلا دیتا تو کھا لیتے ورنہ ساکت لیٹے رہتے۔ حتی کہ بچوں کی آوازیں بھی انہیں زندگی کی طرف لانے میں ناکام رہیں۔

منور صاحب کے ماں باپ بچپن میں گزر گئے تھے، بھائی بہن اپنے گھر بار کے تھے۔

بہنوں نے چند دن تو صورتحال کا جائزہ لیا پھر بھائی کو سمجھایا،

بچوں کے واسطے دے کر دوسری شادی کے لیے راضی کرلیا۔ ایک قریبی عزیزہ صدیقہ بانو سے بھائی کی زبردستی شادی کروا دی۔

شادی کیا تھی 10 لوگ گئے اور صدیقہ بانو کو رخصت کروا کر لے آئے۔

صدیقہ بانو کی یہ پہلی شادی تھی، دل میں ارمان لیے جس وقت سیج پر بیٹھیں تو منور صاحب نے رونمائی میں دو بچوں کا تحفہ حوالے کیا، بچوں کا خیال رکھنے کی شدید تاکید کرتے وقت نئی نویلی دلہن کے جذبات کا بھی احساس نہ کیا۔

اس وقت مصلحت کے تحت صدیقہ بانو خاموش رہیں مگر دل میں بیر پال لیا جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید راسخ ہوتا گیا۔

شادی کے سال بعد ان کے جڑواں بیٹا بیٹی ہوئے جن کے نام فاریہ اور احتشام رکھے۔

بچوں کی آمد سے جہاں صدیقہ بیگم بہت مصروف ہوئیں تو 3 سال کے دھنک اور زرداب کا وجود انہیں کھٹکنے لگا۔

اٹھتے بیٹھتے پرائے بچوں کا دیکھ بھال کا رونا روتیں کہ ان کی وجہ سے میرے بچوں کی حق تلفی ہوتی ہے۔ ایک بار جوش میں منور صاحب کو پرائے بچوں کو یتیم خانے چھوڑنے کا مشورہ دے ڈالا۔

منور صاحب طبعا" بہت ٹھنڈے مزاج کے تھے مگر اس دن صدیقہ بانو نے پہلی بار منور صاحب کا غصہ دیکھا جنہوں نے یہ بھی صاف کہہ دیا کہ اگر ان یتیم بچوں کا وجود تمہیں برداشت نہیں' اگر ان کے لیے تمہارے دل میں جگہ نہیں تو اس گھر میں بھی تمہاری کوئی جگہ نہیں۔

فیصلہ کرلو تاکہ ہماری زندگی آسان ہوجائے۔

صدیقہ بانو کے تو ہاتھ پاوں ہی پھول گئے کہ والدین نے رخصت کرتے وقت صاف کہا تھا کہ جھگڑ کر ہماری دہلیز پر واپس مت آنا کہ اب شوہر کا گھر ہی تمہارا اصل گھر ہے۔

صدیقہ بانو نے موقع کی نزاکت سمجھ کر پسپائی اختیار کی تو اگلا حکم صادر ہوا کہ آئندہ بچوں کی دیکھ بھال اپنے بچوں کی طرح کریں۔

کیونکہ منور صاحب 4 ماہ سے دیکھ رہے تھے کہ جب سے صدیقہ بانو کی گود ہری ہوئی تھی' زرداب اور دھنک میلے کچیلے حال میں ہی پھرتے تھے۔

4 4 دن ان کے کپڑے نہیں بدلوائے جاتے تھے۔ گھر میں اگر بہت زیادہ خوشحالی نہیں تھی تو تنگدستی بھی نہیں تھیں۔

تمام ضروریات\_زندگی وقت پر پوری ہوجاتی تھیں۔

خود منور صاحب کا آبائی زرعی زمین پر کھیتی باڑی کا کام تھا جس کے بعد بڑے زمیندار کے ہاں بطور منشی کام کرتے تھے۔

اس لیے اتنی فراغت نہیں تھی کہ بچوں کی خود دیکھ بھال کرسکیں۔ انہی دنوں دور پرے کی رشتہ دار ایک بیوہ بزرگ خاتون ان کے ہاں ملنے آئیں تو ان کو اپنے گھر رہنے کے لیے قائل کرلیا کہ خاتون کو سہارے کی اور منور صاحب کے گھر کو بھی ایک

بزرگ خاتون کی ضرورت تھی۔ یوں شکیلہ خاتون بھی اس گھر کی ہو رہیں۔

صدیقہ بانو کی ذمہ داری میں کچھ کمی آگئی، اپنے بچوں کا خیال تو وہ کرہی لیتی تھیں مگر زرداب اور دھنک کو شکیلہ بوا نے اپنی آغوش میں سمیٹ لیا۔

دھنک اور زرداب' منور صاحب کو چچا جان اور صدیقہ بانو کو چچی جان کہتے تھے جبکہ شکیلہ بوا کو بی جان کہنے لگے۔

صدیقہ بانو نے بھی بظاہر اپنے رویے کو بدل لیا تھا۔

لوگوں کے نزدیک وہ ایک مثالی ماں تھیں جن کی سب تعریف کرتے کہ پرائی اولاد کو سگوں سے بڑھ کر پیار دیتی ہیں جبکہ حقیقت بالکل برعکس تھی۔

اس تلخ سچ سے صرف چند لوگ ہی واقف تھے۔

ایک چھت تلے رہنے کے باوجود منور صاحب کو کبھی صدیقہ بانو کے دوغلے رویے کی بھنک تک نہیں پڑی تھی'

اسی لیے وہ سب کچھ صدیقہ بانو کے حوالے کرکے مطمئن ہوگئے تھے۔

شکیلہ بوا بھی سب جانتی تھیں کیونکہ ان کے سامنے صدیقہ بانو نے کبھی زرداب اور دھنک سے اپنی نفرت کو نہیں چھپایا تھا۔

مگر شکیلہ بوا بھی مجبوری کے تحت خاموش تھیں کہ گھر کی مالکہ کے خلاف آواز بلند کرتیں تو پھر بے گھر ہوکر در در بھٹکتیں۔

جوانی میں بیوا ہوئی تھیں، ایک بیٹا تھا جو بچپن میں ہی نمونیہ کا شکار ہو کر لقمئہ اجل بنا، سسرال والوں نے نکال باہر کیا تو میکے میں پناہ لی جہاں بھاوج کو ان کا بے ضرر وجود برداشت نہ ہوا۔ یوں شکیلہ خاتون کا ٹھکانہ آئے روز بدلنے لگا، جس رشتہ دار کو کل وقتی، قابل\_بھروسہ خادمہ کی ضرورت ہوتی یہ خاتون اپنی گٹھری اٹھائے اسکے گھر پہنچ جاتیں۔

کچھ عرصہ عزت سے گزرتا پھر چاو سے بلوانے والے عزیز کو دو وقت کی روٹی بھی گراں گزرتی، اب سارا دن کا کیا کام کہاں نظر آتا ہے کسی کو؟

دو روٹیاں تو دکھتی ہیں نا۔

بس اسی طرح طعنے سہتے دن گزرتے اور شکیلہ خاتون کی عزت سے رہنے کی دعائیں طویل ہو جاتیں۔

تب ہی کوئی اور رشتہ دار وارد ہوجاتا انہیں اپنے گھر لے جانے کے لیے، یہ خاتون عزت سے سر چھپانے کے لیے ان کے ساتھ ہولتیں یہ الگ بات کہ سابقہ کہانی پھر دہرائی جاتی یوں سال دو سال میں ٹھکانہ پھر بدل جاتا۔

اب منور صاحب کے گھر آکر کم از کم کوئی طعنہ نہیں پڑا تھا۔

سب ہی عزت دیتے تھےحتی کہ یتیم بچوں سے کینہ رکھنے والی صدیقہ بانو بھی شکیلہ خاتون کی بہت عزت کرتیں۔

کیوں نہ کرتیں؟ دو جڑواں بچوں کو سنبھالنا آسان کام تو نہیں۔

شکیلہ خاتون کی موجودگی سےصدیقہ بانو کو بہت آسانی تھی اس لیے سالہا سال گزرنے کے باوجود شکیلہ خاتون کی عزت روز\_اول کی طرح ہی کی جاتی تھی۔

یہی چیز شکیلہ خاتون کو خاموش رکھے ہوئے تھی۔

اپنے تئیں وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں صدیقہ بانو کو ان کے زرداب اور دھنک کیساتھ برے سلوک کا احساس دلاتی رہتی تھیں۔ اب یہ زرداب اور دھنک کی بدقسمتی کہ وقت گزرنے کے باوجود صدیقہ بانو کی نفرت میں کمی کے بجائے شدت ہی آئی تھی اور یہی نفرت انہوں نے اپنے بچوں میں منتقل کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

ان کے برے رویے کی وجہ سے دھنک اور زرداب اپنے خول میں سمٹتے گئے۔

گو کہ صدیقہ بانو ان دونوں کی تعلیم کے حق میں بھی نہیں تھیں مگر منور صاحب کی وجہ سے خاموشی میں ہی عافیت سمجھی۔

زرداب اور دھنک بی اے میں زیر\_تعلیم تھے جبکہ فاریہ اور احتشام فرسٹ ائیر میں زیر\_تعلیم تھے۔

منور صاحب کا زیادہ وقت گھر سے باہر ہی گزرتا تھا۔

گھر کے معاملات کی انہیں کچھ فکر نہ تھی کہ صدیقہ بانو کی منافقت کی وجہ سے وہ بھی ان کے احسان مند تھے کہ پرائے بچوں کو اپنی گود میں سمیٹ لیا۔

سکول تعلیم کے دوران ہی صدیقہ بانو حالات کی تنگی کا رونا روتی رہتیں۔

ان کے روزمرہ فقروں میں بہت سے طعنے شامل تھے جن کا لب\_لباب یہ ہوتا کہ

"ہمارے اپنے خرچے پورے نہیں ہوتے'

یتیموں کاٹھیکہ کیا ہم نے ہی لے رکھا ہے؟

جسے دیکھو مفت کی روٹیاں توڑنے ہمارے گھر آ جاتا ہے۔"

ان کے ان طعنوں کو زرداب خاموشی سے برداشت کرتا جبکہ دھنک کا چہرہ خوف سفید پڑجاتا، زرداب کھیتی باڑی کے کام میں اکثر منور صاحب کا ہاتھ بھی بٹاٹا تھا۔اس لیے وہ صدیقہ بانو کے طعنوں پر خون کے گھونٹ بھر کر رہ جاتا تھا تاہم روزمرہ خوراک کی طرح ملنے والے طعنوں نے دھنک کی شخصیت اتنی تباہ کی تھی کہ وہ کسی کا سامنا کرنے سے بھی گھبراتی تھی۔

بات صرف صدیقہ بانو کے برے رویے کی ہوتی تو شاید دھنک کی شخصیت اتنی تباہ نہ ہوتی مگر ستم یہ تھا کہ فاریہ بھی ماں کی دیکھا دیکھی دھنک سے برا سلوک کرتی۔ زرداب سے بدتمیزی کرتے کچھ حیا آڑے آتی یا پھر اس کی بارعب شخصیت' اس لیے زرداب سے برا سلوک کرنے کی فاریہ کو جرات نہیں ہوئی تھی۔

ہاں دھنک کی بات ہی الگ تھی' ویسے ہی دبو شخصیت تھی جس کی وجہ سے کچھ بھی تھرتھر کانپتے ہوئے چپ چاپ سن لیتی تھی۔

دن بہت اچھے نہیں تھے تو بہت برے بھی نہیں گزر رہے تھے مگر دھنک کی بدقسمتی فاریہ کی ایک دوست جویریہ اس سے ملنے گھر آئی تو پہلے تو دھنک کے بد رنگ لباس کو دیکھ کر اسے خادمہ سمجھی پھر نام معلوم ہونے پر اس کو فاریہ کے خاندان کی دریا دلی سیاق و سباق سمیت یاد آ گئی کہ فاریہ لوگوں نے یتیموں کو اپنے گھر میں بہت اچھے سے رکھا ہوا تھا۔

یہ الگ بات کہ دھنک کا پرانا بدرنگ لباس فاریہ کے بیان کی چیخ چیخ کر نفی کر رہا تھا۔

جویریہ کی خاطر مدارت کا کام دھنک نے ہی کیا، اس دوران جویریہ دھنک کا بہت باریک بینی سے جائزہ لے چکی تھی۔

اپنے مشاہدے کو اس نے دھنک کے منظر\_عام سے ہٹتے ہی یوں بیان کیا کہ فاریہ کی تیزی سے چلتی زبان ایک دم خاموش ہوگئی۔

"ارے تم تو کہتی تھی کہ تمہاری کزن بہت بد صورت ہے' یہ تو بہت پیاری ہے' اس کے لمبے اور گھنے بال' گورا شفاف رنگ، لمبا قد ہے جبکہ تم نے ہر بات الٹ بتائی تھی، سچی کہوں تو تم اس کے پاسنگ بھی نہیں ہو۔

اس کے ساتھ کھڑی ہو کر تم بدصورت لگ رہی۔۔۔"

تب ہی باہر موٹر سائیکل کے ہارن کی آواز آئی تو جویریہ کی فراٹے سے چلتی زبان کو بریک لگا۔ وہ تیزی جانے سے اٹھی کہ اس کا بھائی اسے لینے آ گیا تھا۔

جلدی میں فاریہ کو گلے مل کر خدا حافظ کہتے ہوئے اس نے باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے' یہ جانے بغیر کہ اس کے کھرے الفاظ سے فاریہ پر گویا پہاڑ ٹوٹ گیا تھا۔

یوں جویریہ تو اپنے گھر چلی گئی مگر دھنک کی مشکلات میں ایک منزل کا اضافہ مزید ہوگیا۔

پہلے تو پھر بھی اس کو کچھ وقت پڑھائی کے لیے میسر ہوجاتا تھا کہ شکیلہ بوا اس کے حصے کے کام کر لیتی تھیں مگر اس واقعہ کے بعد فاریہ نے ماں کو اس طرح بڑھاوا دیا کہ انہوں نے دو ٹوک انداز میں شکیلہ بوا کو دھنک کی حمایت کرنے یا اسکے حصے کا کام کرنے سے منع کردیا۔

علی الصبح دھنک بیدار ہوکر بستر چھوڑتی تو پھر رات گئے ہی لیٹنا نصیب ہوتا تھا۔

صبح کا ناشتہ جو پہلے شکیلہ بوا بناتی تھیں اس کی ذمہ داری دھنک کے سر ڈال دی گئی۔

صبح جلدی جلدی سب کو ناشتہ کروا کر، برتن دھونے ہوتے' اس چکر میں کبھی خود بھی ڈھنگ سے ناشتہ نصیب نہیں ہوتا تھا۔

خود ناشتہ کرتی تو کالج سے دیر ہوتی' کالج گھر سے فاصلے پر تھاجہاں جاتے تقریبا" آدھا گھنٹہ لگ جاتا تھا۔

اس لیے اسے کالج وقت سے آدھا گھنٹہ پہلے گھر سے نکلنا پڑتا تھا۔

کالج سے واپسی پر منور صاحب کی سخت ہدایات کی وجہ سے اس سے دوپہر میں باورچی خانہ کا کام نہیں کروایا جاتا تھا، یہ اور بات کہ صدیقہ بانو کوئی نا کوئی ایسا کام اس کے لیے نکال لیتی تھیں جس سے فراغت ملنے تک رات کے کھانا بنانے کا وقت ہو جاتا جو کہ 3 سال سے دھنک کی ذمہ داری تھی۔

فاریہ البتہ پرائیویٹ کو ایجوکیشن کالج میں زیر\_تعلیم تھی جو گھر کے قریب تھا۔

پہلے پہل تو سادگی سے کالج جاتی رہی پھر آہستہ آہستہ رنگ ڈھنگ بدلنے لگے برقع، چادر میں بدلا اور چادر اب دوپٹے میں بدل چکی تھی وہ بھی سر پر ٹکنے میں ناکام تھا۔

کالج سے آکر کیبل اور فلموں میں مگن ہوکر سارا دن گزر جاتا تھا۔

نت نئے فیشن کی دلدادہ فاریہ کی زندگی بھی ایک معمول سے گزر رہی تھی جب ایک واقعے نے اس کے دل کی دنیا ہی بدل ڈالی۔ہوا یہ کہ ایک دن گھر پر سوائے فاریہ، دھنک اور زرداب کے کوئی نہ تھا۔

منور صاحب زمینوں پر گئے تھے جو بالکل قریبی قصبے میں تھیں۔

صدیقہ بانو اور شکیلہ خاتون محلے کی کسی فوتگی میں گئیں تھیں اور احتشام حسب\_معمول دوستوں کیساتھ کہیں گیا ہوا تھا۔

جب ہی سیڑھیاں اترتے ہوئے فاریہ یکدم پھلستے ہوئے نیچے آ گری۔

اس کی بلند چیخوں نے زرداب کو اور دھنک کو دہلا دیا تھا۔

زرداب اپنے کمرے( جو کہ اوپر ہی تھا) سے نکل کر تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے آیا جبکہ دھنک نیچے کچن سے نکل کر فاریہ کی جانب بھاگی تھی جو زمین پر گری ہوئی بلند آواز سے دھاڑیں مار کر رو رہی تھی۔

دھنک نے سہارا دے کر اٹھانا چاہا تو اس کے رونے میں اور تیزی آگئی۔

دھنک نے بے بسی سے زرداب کو دیکھا تو وہ لب بھینچ کر فاریہ کی جانب جھکا۔

پاوں کا جائزہ لینے پر یہی اندازہ ہوا کہ اس کے پاوں میں موچ آئی ہے کیونکہ دایاں پاوں سوج گیا تھا جبکہ بائیں پاوں پر خراشیں تھیں۔

زرداب نے فاریہ کو اٹھنے کو کہا تو اس نے روتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

گھر والوں کے آنے میں بھی ابھی وقت تھا اس لیے فاریہ کے شور و واویلا کو دیکھتے ہوئے زرداب نے آگے بڑھ کر اسے سہارا دے کر کھڑا کرنا چاہا جس سے فاریہ نے پھر انکار کردیا۔

تب زچ ہوتے ہوئے زرداب نے اسے اپنے کسرتی بازووں میں اٹھا لیا اور دھنک کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

اس تکلیف کے عالم میں اچانک فاریہ کی نگاہیں زرداب کی نگاہوں سے ملیں تو اس کو اپنی تکلیف بھولنے لگی، "کیا کسی مرد کی آنکھیں اتنی خوبصورت بھی ہوسکتی ہیں؟" دل نے بے اختیار دھڑک کر سوال اٹھایا تو دھڑکنوں نے کہرام ہی بپا کر دیا۔

دھڑکنوں کے بے تحاشہ شور سے گھبرا کر فاریہ نے سختی سے اپنے بازو زرداب کی گردن میں حمائل کرکے اس کے چوڑے سینے میں منہ چھپا لیا۔

زرداب کی قربت' اسکے لباس سے اٹھتی بھینی بھینی مسحور کن خوشبو نے، زرداب کے مضبوط بازووں کی گرفت نے فاریہ کو خوابوں کے اک نئے جہان میں ہی پہنچا دیا تھا۔

ان ہی لمحات کے فریب میں گم فاریہ کو دھنک کی آواز نے حقیقت کی دنیا میں لاپٹخا تھا جو اسے سہارا دے کر لٹانے میں زرداب کی مدد کر رہی تھی۔

فاریہ کو یکدم ہی دھنک پر بے انتہا غصہ آیا۔ اس نے بد لحاظی سے دھنک کا ہاتھ جھٹک کر کچھ کہنا چاہا تو زرداب کو دیکھ کر خاموش ہوگئی جو اسے تشویش ذدہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹیکسی لے کر آتا ہوں پھر ڈاکٹر کے چلتے ہیں' دھنک! تم گھر بند کر کے چادر لے لو اور فاریہ کو بھی چادر اوڑھا دو۔"

سنجیدگی سے کہتے ہوئے زرداب نے قدم باہر کی جانب بڑھا دیے جبکہ فاریہ ساکت نظروں سے اس کی چوڑی پشت کو گھورتی رہ گئی۔

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

جاری ہے

"ہائے امی! بہت درد ہورہا ہے۔۔۔"

چیخ کیساتھ فاریہ کی بلند دہائیوں نے افراد\_خانہ کو اس کےکمرے کی جانب بھاگنے پر مجبور کردیا تھا۔

آج فاریہ کو چوٹ لگے پورے دس دن ہوگئے تھے۔

اس دن زرداب اور دھنک بمشکل اسے ایک پرائیویٹ ہسپتال لے کر گئے۔ جہاں ایکسرے کے بعد ڈاکٹرز نے ٹخنے کی ہڈی سرکنے کی خبر سنائی تھی۔

غیر متوقع طور پر فاریہ نے بہت خاموشی سے یہ بری خبر سنی تھی۔

البتہ پاوں پر پلستر چڑھتے وقت اس نے خوب واویلا مچایا۔

ہسپتال میں موجود لوگوں کو دیکھنے لیے ایک دلچسپ منظر

مل گیا کہ مریضہ مچل مچل جاتی ہے اور وہیں موجود ایک سراسیمہ لڑکی اسے سنبھالنے کی ناکام کوشش کررہی ہے جبکہ ایک باوقار نوجوان بے بسی سے اس کی اچھل کود دیکھتے ہوئے ضبط کررہا تھا۔

جب فاریہ کی حرکات حد سے بڑھنے لگیں تب ڈاکٹرز بھی خفا ہونے لگے جس پر زرداب دانت کچکچاتا ہوا بڑھا۔

"خاموشی سے ٹریٹمنٹ کرواو فاریہ!"

سرد لہجے میں کہتے ہوئے زرداب پیچھے کی جانب پلٹا تبھی اسے حیرت کا ایک جھٹکا لگا کہ فاریہ نے بہت لجاجت سے اس کا ہاتھ تھاما تھا۔

"مت جاو نا زر مجھے چھوڑ کر۔۔۔"

اس نے اتنی لگاوٹ سے کہا کہ زرادب کا دل بے اختیار وہاں سے ہٹ جانے کو کیا۔

ہاتھ چھڑانا چاہا تو فاریہ نے بچوں کی طرح دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو تھام لیا اور اونچی آواز میں کہنے لگی:

"اگر آپ نہ رکے تو میں بھی ٹریٹمنٹ نہیں کروا رہی۔۔۔"

"اوکے ڈاکٹر! آپ ٹریٹمنٹ کیجئے، میں یہاں ہی ہوں فاریہ۔"

سنجیدہ لہجے میں کہتے ہوئے زرداب وہیں فاریہ کیساتھ بیٹھ گیا۔

ٹریٹمنٹ کے بعد فاریہ کو گھر واپس لانا جہاں دھنک کے لیے مشکل ثابت ہوا وہیں زرداب کی جان عذاب میں آگئی تھی۔

دھنک کا دھان پان سا نازک وجود فاریہ کے فربہی مائل وجود کو سنبھالنے میں ناکام تھا اور حقیقت یہ تھی کہ فاریہ نے جان بوجھ کر خود کو زرداب کی جانب جھکا رہا تھا۔

زرا سا چلنے پر درد کا واویلا شروع کردیا۔

"آپ انہیں اٹھا کر لے جائیں ورنہ انہیں زیادہ تکلیف ہوگی۔"

قریب سے گزرتی ایک نرس پیشہ ورانہ انداز میں کہتے ہوئے اگے بڑھ گئی یہ دیکھے بغیر کہ اس کی اس ہدایت سے زرداب کی تکلیف میں بے پناہ اضافہ ہوگیا ہے کیونکہ فاریہ نے فوراً اپنے بازو زرداب کی گردن میں حمائل کر دیے تھے۔

یہ گویا قدم نہ اٹھانے کا خاموش اعلان تھا۔

بے بسی سے ضبط کرتے ہوئے کس طرح زرداب فاریہ کو اپنے گلے کا ہار بنا کر گھر واپس لایا تھا یہ زرداب ہی بہتر جانتا تھا۔

واپسی پر ایک نئی آفت منتظر تھی۔

صدیقہ بانو نے چیخ چیخ کر گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔

دھنک نے گھر میں پہلا قدم رکھا تو صدیقہ بانو چیل کی طرح اس پر جھپٹیں اور تھپڑوں کی برسات کردی۔

"بے غیرت، بے حیا! بتا کہاں گئی تھی گلچھرے اڑانے؟ بول کس کے ساتھ منہ کالا۔۔۔۔"

"بس، ایک لفظ اور نہیں۔۔۔"

زرداب کی زوردار آواز پر صدیقہ بانو ایک دم ٹھٹکیں اور پھر فاریہ کو زرداب کے بازووں میں دیکھ کر بے اختیار ان کی جانب لپکیں۔

زرداب نے آگے بڑھ کر بد لحاظی سے فاریہ کو صحن میں بچھی چارپائی پر پٹخا تھا۔

"معذرت کہ آپ سے تلخ ہورہا ہوں مگر بہتان تراشی سے پہلے حقائق جان لیں تو زیادہ بہتر ہوتا ہے۔"

تلخی سے کہتے ہوئے زرداب کی نگاہ دبی دبی سسکیوں سے روتی دھنک کی جانب اٹھی تھی۔

دھنک نے بھی اسی لمحے نگاہ اٹھائی تھی۔

اف۔۔۔زرداب کا دل بھی یکدم سکڑ کر پھیلا تھا۔

"بہرحال جیسا آپ سمجھ رہی ہیں ویسا کچھ بھی نہیں ہے، فاریہ کو چوٹ لگی تھی تو ہم دونوں اسے ہسپتال لے کر گئے تھے۔"

تلخی سے کہتے ہوئے زرداب نے اوپر سیڑھیوں کی جانب قدم بڑھائے تھے۔

صدیقہ بانو کو یکدم فاریہ کا خیال آیا تو "ہائے میری بچی۔"

کہتے ہوئے فاریہ کی جانب لپکیں۔

ادھر خاموشی سے شکیلہ خاتون دھنک کو اپنے ساتھ لگائے اندر کی جانب بڑھیں۔

اندر آکر دھنک کا ضبط جواب دے گیا۔

سسکیاں آہوں میں بدل گئیں اور وہ بے حال ہو کر رونے لگی۔

"بی جان! بی جان! میں نے۔۔۔۔

میں نے کوئی' غلط کام نہیں کیا۔۔۔

بی جان! میرا۔۔۔ یقین کریں، میں نے۔۔۔کوئی غلطی نہیں کی، ہم صرف فاریہ۔۔۔۔"

"چپ ہوجاو بٹیا! مجھے کسی صفائی کی ضرورت نہیں۔"

"مگر بی جان۔۔۔۔ وہ چچی۔۔۔۔"

دھنک نے ہچکیوں سے روتے ہوئے کچھ کہنا چاہا تو شکیلہ خاتون نے اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔

"نہ میری بٹیا! تجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"بی جان! اگر۔۔۔۔میرے امی ابو ہوتے تو مجھے اتنی ذلت نہ سہنی پڑتی۔۔۔۔ میرا اپنا گھر ہوتا۔۔۔مجھے کوئی بدکردار نہ کہتا۔۔۔ ہے نا بی جان؟"

روتے ہوئے اٹک اٹک کر اس نے معصومانہ انداز میں سوال کیا تو شکیلہ خاتون کے ساتھ ساتھ کمرے کے باہر کھڑے زرداب کے ملال میں بھی کئی گنا اضافہ ہوا۔

وہ جو چائے کا کہنے کے لیے آیا تھا ایکدم دل ہر چیز سے اچاٹ ہوگیا۔

دکھ کے ساتھ ساتھ دھنک کی اتنی طویل گفتگو پر حیرت بھی ہوئی کیونکہ اس کے خیال میں دھنک کو بات کرنے کی بھی تمیز نہیں تھی۔

نا چاہتے ہوئے بھی اس نے اندر گفتگو کی جانب کان لگائے تو کان میں پڑنے والے الفاظ نے اسے مزید حیرت سے دوچار کیا۔

"میری خواہش ہے کہ میں ایک عالیشان گھر بنواوں جس میں سب یتیم بچے اپنی مرضی سے زندگی گزاریں، کوئی ان کی کردار کشی نہ کرے۔ وہ ان کا اپنا گھر ہو جسے وہ اپنا کہتے ہوئے فخر کریں اور۔۔۔۔۔"

وہ اور بھی زور و شور سے بہت کچھ کہہ رہی تھی۔ رونے کا سلسلہ تھم گیا تھا مگر دوران\_گفتگو ہچکی زرداب کی زیرک سماعت سے پوشیدہ نہیں رہی تھی۔

زرداب کا دل بے اختیار اس سے گفتگو کرنے کو چاہا۔

دروازے پر دستک دیتے ہوئے اس نے قدم کمرے میں رکھے تو دھنک نے سٹپٹا پر چادر سر پر درست کی۔

گفتگو کا سلسلہ یکدم رکا تھا۔

"آو زرداب بیٹا! تم بھی سنو کہ ہماری بٹیا کیا کرنا چاہتی ہے۔"

شکیلہ بوا کے کہنے پر زرداب نے دلچسپی سے دھنک کے جانب دیکھا تو اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے سر جھکا لیا۔

اس کا چہرہ رونے کی وجہ سے سرخ سا ہورہا تھا۔

قندھاری گال پر چھپے انگلیوں کے نشانات اور ہونٹ کے کنارے سے رستے خون نے زرداب کو مزید دکھ میں مبتلا کردیا تھا۔

بے اختیار اس کا دل ہونٹ کے کنارے سے رستے خون کو صاف کرنے کو چاہا۔

"اوں ہوں۔۔۔، بری بات!!" دل ہی دل میں کہتے ہوئے اس نے خود کو باز رکھنے کی کوشش کی اور کہنے لگا۔

"بی جان! چائے ملے گی؟

کل میرا اہم ٹیسٹ ہے' اگر تھرماس مل جائے تو رات کو جاگ کر پڑھنے میں آسانی ہو جائے گی۔"

"ہاں بیٹا ضرور! مگر پہلے کھانا کھا لو۔"

"نہیں بی جان!

مجھے کھانے کی طلب نہیں' صرف چائے کی اشد طلب ہورہی ہے۔ جب بن جائے تو مجھے بتادیجئے گا' میں لے جاوں گا۔"

رسان سے کہتے ہوئے وہ شکیلہ خاتون کے آگے جھکا تھا۔

"اے نہیں بیٹا! تم جا کر پڑھائی کرو، مجھ سے تو چڑھا نہیں جاتا سیڑھیاں، یہ دھنک لے کر آتی ہے چائے۔"

شفقت سے زرداب کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے شکیلہ خاتون نے کہا تو زرداب نے مسکرا کر قدم کمرے سے باہر کی جانب بڑھا دیے۔

\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*\*

"اف۔۔۔۔!"

ٹرے اس کے ہاتھوں سے گرتے گرتے بچی تھی۔ دھنک نے جلدی سے اپنا رخ دروازے کی جانب موڑا تھا۔

دونوں ہاتھوں میں ٹرے تھام کر جب دھنک زرداب کے کمرے کے باہر پہنچی ہو دروازہ ذرا سا کھلا ہوا تھا۔

پہلے دستک دینے کا سوچا مگر ہاتھ خالی نہیں تھے۔

دو بار آواز دی تو کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

کچھ لمحے انتظار کیا پھر خیال آیا کہ خیر ہے پڑھ ہی تو رہا ہے، کیا ڈسٹرب کرنا؟

مگر اندر داخل ہونے کے بعد بنا شرٹ کے صرف جینز میں ملبوس زرداب پر نگاہ پڑی تو شرم سے بے اختیار واپس پلٹی اور زرداب نے تیزی سے بستر پر پڑی شرٹ کی جانب ہاتھ بڑھایا تھا۔ وہ شاید نہا کر واشروم سے باہر نکلا تھا۔

"رکو!" کی آواز پر اس کے چلتے قدم رکے تھے۔

تمہیں اتنی تمیز بھی نہیں کہ جب کسی کے کمرے میں آتے ہیں تو پہلے کیا کرتے ہیں؟"

زراب نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لے لی تھی اور اب کڑے تیور لیے اس سے استفسار کررہا تھا۔

"مم۔۔۔۔مم۔۔۔میں۔۔۔۔"

کچھ زرداب کا رعب اور اس پر زرداب کو بنا شرٹ کے دیکھ کر اسے ڈھیروں شرم نے آ لیا تھا۔

دھنک نے کچھ کہنا چاہا تو حلق سے آواز ہی نہ نکلی۔

"تم لڑکیوں میں کوئی شرم نام کی چیز بھی ہوتی ہے؟"

زرداب کو اچانک فاریہ کی آج کی حرکات یاد آئیں تو اس کے غصے میں بے پناہ اضافہ ہوا۔

غصے میں اچانک مقابل کی طرف دیکھا تو متورم آنکھوں میں آنسو جھلملاتے نظر آئے۔

"شٹ! ایک تو یہ تم لڑکیوں کے پاس شاید آنسو وافر ہوتے ہیں۔

اب کھڑی کیا میرا منہ دیکھ رہی ہو؟

نکلو یہاں سے، آئندہ اگر ایسے منہ اٹھا کر پھرتی نظر آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

یہ کہہ کر ٹرے چھوٹی میز پر دھری اور دروازہ بند کرنا چاہا مگر دھنک کو ساکت کھڑے دیکھ کر غصہ میں بے حد اضافہ ہوا۔

"میں نے کہا دفع ہوجاو یہاں سے۔۔۔"

یہ کہہ کر دھنک کا بازو دبوچا اور کمرے سے نکال کر دھاڑ سے دروازہ بند کرلیا۔

زرداب کے کمرے کے باہر گرتی ہوئی دھنک کو احتشام نے تھام کر گرنے سے بچایا تھا۔

"کیا ہوا؟ چوٹ تو نہیں لگی؟" یہ زرداب برو کو کیا ہوا؟ انہوں نے تمہیں کیوں ڈانٹا؟"

احتشام کے پے در پے سوالوں پر دھنک کی گھبراہٹ اور آنکھوں سے بہتے اشکوں میں مزید اضافہ ہوا تھا۔

"یہ تمہارے گال پر کیا ہوا؟ یہ ہونٹ۔۔۔اف۔۔۔

تمہیں تو بہت چوٹ لگی ہے۔۔۔۔"

احتشام کی مسلسل باتوں کے دوران دھنک کو عجیب سا احساس ہوا۔

اسے یکدم شدید خوف نے گھیرے میں لیا تھا کیونکہ احتشام نے ایک ہاتھ دھنک کی گردن میں ڈالا ہوا تھا اور دوسرا ہاتھ مسلسل اس کے چہرے پر عجیب انداز میں پھیر رہا تھا۔

دھنک کے اندر خطرے کی گھنٹیاں بج رہی تھیں۔

اس نے احتشام کے ہاتھوں کو جھٹکنا چاہا مگر اس کی گرفت مزید سخت ہوگئی۔

تب ہی اچانک سیڑھیوں کی جانب کھٹکا ہوا تو احتشام بہت تیزی سے دھنک سے فاصلے پر ہوتا ہوا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔۔۔۔

جاری ہے